Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 4,Vol 5,October-December,2023

شمارہ۴، جلد۵، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۳

اجتماعی اجتہاد کی ممکنہ صورتیں اور فقہی اداروں کا کردار

Possible Forms of Collective Ijtihad and the role of Fiqhi Institutions

ناصر خان[1]

عبدالرؤف[2]

Keywords: *Collective Ijtihad, Ijtihad, Jurisprudential institutions, jurisprudential,*

Abstract:

It is clear that the that the texts described in the *Quran* and *Sunnah* are limited, while due to the passage of time, many new problems arise which are not in the *Quran* and *Sunnah.* Islam has formulated a principle to solve these problems, that is *Ijtihad*, its door is always open, so that every human being can be guided. If a learned person solves a problem individually, it is called individual *Ijtihad*. *Ijtihad* can also take the form of consensus; this has been discussed in detail in following Article.

The article includes the definition of *Ijtihad* and collective ijtihad. The evidence of *collective Ijtihad* has been discussed from the *Qur'an*, *Hadiths* and jurisprudence. How the Companions have done *collective Ijtihad*, in this way *collective Ijtihad* has also been presented as a brief history.

In this way, the characteristics that must be possessed by the *Mujtahid* of *collective Ijtihad* have been described. In this way, the possible cases have been discussed as to which institutions can become institution of *collective ijtihad* in today's era.

1۔ایم فل اسکالر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد۔

2۔ایم فل اسکالر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد۔

تعارف:

جب اللہ تعالیٰ نے پہلا انسان تخلیق کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت کے لیے (رسول پیغمبر) کا انتخاب کیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اول سے انسان کو اپنی ہدایت سے محروم نہیں کیا بلکہ ہر وقت ان کی رہنمائی کے لیے رسولوں کو دنیا میں بھیجا اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور حضرت محمد ﷺ پر اس کا اختتام ہوا لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ نبوت کے اختتام کے ساتھ ہدایت الٰہی کا اختتام ہوا بلکہ یہ ہدایت قرآن وسنت کی شکل میں تا قیامت قائم رہے گی۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ قرآن وسنت میں بیان ہونے والے احکامات محدود ہیں جبکہ زمانے کے مرور کی وجہ سے بہت سے ایسے نت نئے مسائل وجود میں آتے ہیں جن کا حل بدیہی طور پر قرآن وسنت میں موجود نہیں ہوتا۔انہی مسائل کے حل کے لیے اسلام نے ایک اصول وضع کیا ہے جس کا نام اجتہاد ہے اور اس کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا تاکہ ہر قت انسان کی رہنمائی ہو سکے۔

اگر انفرادی طور پر کوئی صاحب علم آدمی کسی مسئلے کا حل پیش کرتا ہے تو یہ انفرادی اجتہاد کہلاتا ہے اگر مجتہدین کی ایک جماعت اجتماعی طور پر شرعی اصولوں کے ضوابط کے تحت کوئی اجتہاد کرتی ہے اور کسی مسئلے کا حل نکالتی ہے تو یہ اجتماعی اجتہاد کی شکل ہوگی اگر اس کوشش اور اجتہاد کو اور پھیلا یا جائے تو یہی اجتماعی اجتہاد اجماع کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔درج ذیل سطور میں تفصیل کے ساتھ اجماع کی ممکنہ صورتیں اور اجتماعی اجتہادی اداروں کا تعارف ذکر کیا جائے گا۔ مقالہ میں اجتہاد کی تعریف۔اور اجتماعی اجتہاد کی بھی تعریف شامل ہیں کیونکہ علماء نے ہر ایک کی تعریف الگ الگ کی ہے۔اس طرح اجتماعی اجتہاد کا ثبوت قرآن سے احادیث سے اور فقہ سے اس پر بھی بحث کی ہے اسی طرح صحابہ کی سیرت سے مثالیں پیش کی ہیں کہ کس طرح صحابہ نے اجتماعی اجتہاد کیا ہے، اسی طرح مقالے میں اجتماعی اجتہاد کی مختصر تاریخ بھی پیش کی ہے۔

اجتہاد کی لغوی تحقیق:

لفظ اجتہاد کا مادہ ”ج ھ د“ ہے. جهد باب فتح يفتح سے ہے جس کا معنی ہے کسی معاملے میں یا کسی کام میں بہت کوشش کرنا قرآن حکیم میں یہ لفظ ”ج ھ د“ کے مادے کے ساتھ اکتالیس (41) مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ پوری طاقت خرچ کرنا اور ممکن حد تک کوشش کرنے کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: مجتہد کا شرعی احکام کے علم کی تلاش میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں: بَذْلِ الْمُجْتَهِدِ وُسْعَهُ فِي طَلَبِ الْحُكْمِ،وَلَا يُطْلَقُ إِلَّا عَلَى مَنْ يُجْهِدُ نَفْسَهُ[3]

محمد بن علی تھانوی نے اجتہاد کی تعریف:

استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظنّ بحكم شرعي.[4] یعنی گمان کے درجے میں کسی مسئلے کا حکم شرعی تلاش کرنے کیلئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔سابقہ سطور میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اجتہاد کے معنی میں انسان کا پوری کوشش اور محنت کرنا شامل ہے لہذا اگر کوئی مجتہد اپنی طاقت اور کوشش کے بغیر اجتہاد کا دعویٰ کرے گا تو یہ اجتہاد قابل قبول نہیں ہوگا۔اس کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

---

3 ۔ابو حامد محمد بن محمد غزالی، المستصفی (بیروت:دار الكتب العلمية، 1993ء)، ص281۔

4۔ محمد بن علی تھانوی، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (بیروت: مكتبة ناشرون، 1996) ج1، ص101۔

مجتہد شرعی احکام کے علم کی طلب میں اس حد تک کوشش اور جدوجہد کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے وہ عاجز ہو۔ تو تب اجتہاد کو مانا جائے گا۔[5] چونکہ ہمارے موضوع کا تعلق اجتماعی اجتہاد سے ہے لہٰذا زیادہ گفتگو انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد پر ہو گی۔

اجتماعی اجتہاد کا مفہوم:

مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حل باہمی مشاورت سے کرنا اور غالب علماء کی رائے پر فتویٰ دینے کو اجتماعی اجتہاد کہتے ہیں علماء نے اجتماعی اجتہاد کی تعریف کچھ یوں بیان کی ہے۔

الاجتهاد الجماعي هو:(استفراغ أغلب الفقهاء الجهد لتحصيل ظن بحكم شرعي بطريق الاستنباط،واتفاقهم جميعًا أو أغلبهم على الحكم بعد التشاور)[6]۔ علماء مجتہدین کا باہمی مشاورت کے ذریعہ غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم تلاش کرنے کی جدوجہد کرنا اور ان کی غالب اکثریت کا مستنبط کردہ حکم پر متفق ہونا اجتماعی اجتہاد ہے۔

اس تعریف سے اجتماعی اجتہاد اور انفرادی اجتہاد میں فرق واضح ہوا کہ اجتماعی اجتہاد سے جو رائے سامنے آتی ہے وہ علماء و مجتہدین کی باہمی مشاورت سے آتی ہے۔ جبکہ انفرادی اجتہاد میں ایسا نہیں ہوتا اور ایک عالم کی رائے پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن علماء و مجتہدین کی بڑی جماعت کی رائے پر عمل کرنا آسان اور دلیل کے طور پر بھی مضبوط ہوتا ہے۔

اجتماعی اجتہاد کا ثبوت:

قرآن حکیم

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کئی جگہوں پر اجتماعی طرز عمل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تفرق اور انتشار کرنے سے منع فرمایا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[7] أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ[8]إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ[9]

قرآن حکیم کے مندرجہ بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں یہی اجتماعی طرز عمل اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔[10] اس طرح قرآن نے مسلمانوں کو اپنے معاملات حل کرنے میں مشاورت کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے مسلمانوں کی صفت میں شمار کیا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَأَمْرُهُمْ

5۔ غزالی، المستصفی، ج3، ص342

6۔ عبدالمجید سوسوہ، الاجتهاد الجماعي في التشريع الإسلامي (قطر: وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، 1998)، ص27

7۔ آل عمران 103۔

8۔ الشوریٰ:13۔

9۔ الانعام:159۔

10۔ علماء، موسوعه الفقه الاسلامی (مصر: وزارة الأوقاف المصرية، 2001)، ج3، ص73۔

شُورَى بَيْنَهُمْ[11] اور یہاں اللہ تعالیٰ جس شوریٰ پر زور دیا ہے اس کا تعلق اجتماعی مسائل سے ہے، اور آیت کے عموم میں یہ بات شامل ہے کہ مسلمانوں کی شوریٰ جس طرح سیاسی معاملات کے لیے قائم ہوتا ہے دینی مسائل میں بھی اس کا قیام اسی طرح ضروری ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[12] اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مشاورت کا حکم صرف دینوی معاملات میں نہیں دیا ہے بلکہ اس کا تعلق غیر قطعی احکام سے بھی ہے چناچہ ابن طبریؒ نے اس آیت کی تفصیل میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں لیکن ترجیح اس قول کو دی ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم اسلئے دیا کہ آپ ﷺ امت کے لیے مثال قائم کریں۔ اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابن طبریؒ نے لکھا ہے۔ لأن المؤمنين إذا تشاوروا في أمور دينهم متبعين الحق في ذلك، لم يُخْلِهم الله عز وجل من لطفه وتوفيقه للصواب من الرأي[13]

سنت نبوی سے استدلال:

جس طرح ہمیں قرآن سے اجتماعی اجتہاد کی مثالیں اور ثبوت ملتا ہے اس طرح احادیث سے بھی ملتا ہے لیکن دور محمد ﷺ میں چونکہ وحی سے ہی رہنمائی ہوتی تھی لیکن پھر بھی ایسے کئی مسائل اور واقعات موجود ہیں جہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے اجتماعی اجتہاد اور شوریٰ کی رائے پر عمل کیا ہے۔ مثلاً غزوہ بدر میں مناسب جگہ کی تعین اور بدر کے قیدیوں کی آزادی اور ان سے فدیہ لینے کا فیصلہ اجتماعی اجتہاد کے بنیاد پر ہوئے تھے۔ التاریخ الکامل میں ہے:

وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشَاوِرُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيًّا فِي الْأُسَارَى، فَأَشَارَ أَبُو بَكْرٍ بِالْفِدَاءِ، وَأَشَارَ عُمَرُ بِالْقَتْلِ،[14]

اس طرح غزوہ احد اور خندق کے حوالے سے مشورہ اور صلح حدیبیہ کے اہم معاملات میں اللہ کے رسول ﷺ نے جو معالات طے کیے تھے وہ بھی اجتماعی اجتہاد کے ثبوت ہیں۔[15] ان روایت سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کہ رسول ﷺ نے بہت سے معاملات میں اپنے صحابہ سے مشاورت کی ہے چاہے وہ غزوات میں ہو یا دینی معاملات میں، زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کہ رسول نے اپنے صحابہ سے مشاورت کی ہے۔

سیرت صحابہ سے اثبات:

صحابہ نے اپنی زندگی اللہ کے رسول ﷺ کے بتاہوئے طریقہ پر گزاری اس لیے ان کی زندگی سے ہمیں اجماعی اجتہاد اور مشورے کا ثبوت ملتا ہے یہاں چند ایک مثالیں پیش کی جائیں گی۔

خلیفہ کا انتخاب: آنحضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جو اصحاب رسول کو پیش آیا وہ خلیفہ کا انتخاب کا تھا، اس کو صحابہ اکرام نے مشاورت سے حل کیا۔ خلیفہ کا یہ انتخاب محض سیاسی معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک فقہی، دینی اور شریعت کے مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ تھا۔[16] اس طرح حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے وہ اس کو قرآن میں دیکھتے اگر قران میں حل نہیں ملتا تو سنت کی طرف رجوع کرتے اگر اس میں بھی نہیں ملتا تو لوگوں سے سوال کرتے کہ اس مسئلے کے بارے میں کسی کو حدیث معلوم ہے؟ اگر کسی کو حدیث بھی معلوم نہ ہوتی تو مسلمانوں میں

11۔ الشوریٰ:37۔

12۔آل عمران:159 ۔

13۔ محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیرالقرآن، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1420)، ج7، ص345

14۔ ابن الاثیر شیبانی، الكامل في التاريخ (بیروت: دار الكتاب العربي، 1997)، ج2، ص29

15۔ محمد بن عمرو کثیر، البداية والنهاية، (مصر: هجر للطباعة والنشر، 1997)، ج6، ص215

16۔ عبدالملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام (بیروت: دار المعرفه، 1998) ج1، ص55

سر کردہ صحابہ کو بلاتے اور ان سے مشورہ کرتے اور پھر ایک رائے قائم کرتے۔[17] تابعین اور تبع التابعین کے دور میں بھی یہی معاملہ چلتا رہا جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو مندرجہ بالا اصول کو مد نظر رکھتے ہوئی فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اس طرح امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو ایک رائے پیش کی جاتی اور جب اس پر اتفاقِ رائے ہو جاتا تو اسے نافذ کر دیا جاتا، اور یہاں تک یہ بات ذکر ہے کہ جب بھی کسی مسئلے کا حل پیش کیا جاتا اور مسئلہ حل ہو جاتا تو پوری مجلس میں نعرہ تکبیر کی آوزیں بلند ہو جاتیں تھیں۔

اجتماعی اجتہاد کی مختصر تاریخ:

جس طرح خلافت راشدہ کے دور میں اجتماعی اجتہاد سے مسائل حل کیے جاتے تھے اس طرح خلافت راشدہ کے بعد بھی تابعین اور فقہاء کے دور میں اجتماعی اجتہاد کے ادارے قائم تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں بھی انہوں نے فقہاء صحابہ کی کمیٹی بنائی تھی۔ ذیل میں **مختصراً** کچھ تاریخی اداروں کا ذکر کیا جائے گا۔

فقہائے کوفہ کی تاریخ اجتماعی اجتہاد کے بارے میں:

دوسری ہجری کہ ربع ثانی میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دوست اور شاگردوں نے شوراء اور اجتماعی اجتہاد کو بروئے کار لا یا فقہ کی تدوین کا **عظیم الشان** کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ انفرادی رائے سے زیادہ اجتماعی اجتہاد کو ترجیح دیتے تھے۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے 40 اہل علم کی مجلس کی تشکیل دی جس میں وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور اس پر تحقیق کرتے اور اس کا حل پیش کیا جاتا تھا اور جب کسی رائے پر اتفاق ہو جاتا تو امام ابو یوسفؒ اسے قلم بند کر لیتے[18] اموی کے دورے حکومت صرف اندلس کی حد تک انہوں نے ایک مجلس شوریٰ بنا رکھی تھی جس میں فقہی مسائل پر غور کرتے اور اس کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی مجلس کی تعداد سولہ تک جاتی تھی۔[19] اس طرح عثمانی دور حکومت میں **مجلۃ الاحکام العدلیۃ** کے نام سے ایک کتاب لکھی اور یہ ایک حکومتی قانونچہ تھا جس پر 100 سال تک عثمانی خلافت نے فیصلہ کیے ہیں اور یہ قانون بھی ایک شورائی نظام کے تحت وجود میں آیا تھا۔

اجتماعی اجتہاد کے لیے ضروری اوصاف:

اجتہاد اسلام کے اصولوں کی روشنی میں کیا جائے گا، اگر اجتہاد محض خواہش کی بنیاد پر ہو تو اس کو اجتہاد کا نام نہیں دیا جا سکتا اس لیے ضروری ہے کہ اجتماعی اجتہاد کی کونسل میں چند شرائط اوصاف موجود ہوں۔ ان شرائط کو ذیل میں مختصر نکات کی صورت میں پیش کیا جائے گا۔

۱۔ **شریعت الٰہیہ پر ایمان ہے:** سب سے پہلی شرط شریعت الٰہیہ پر ایمان ہے، اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو شریعت کے اصول سے بالاتر سمجھتا ہے تو اس کو مجتہد نہیں مانا جائے گا۔

۲۔ **قرآن وسنت کا علم:** اگر کسی کو قرآن وحدیث کا علم نہ ہو تو وہ مجتہد نہیں بن سکتا کیونکہ قرآن وسنت کے اصول اور علم کے بغیر کوئی شخص بھی شرعی مسائل کا حل پیش نہیں کر سکتا۔

۳۔ عربی زبان کا علم ۴۔ مجتہدین کے کام سے وقفیت، ۵۔ عملی زندگی کے مسائل سے واقفیت،

17۔ احمد بن حسین، السنن الکبری (بیروت: موسسہ الرسالہ، 2007) ج1، ص114

18۔ موفق الدین مکی، مناقب الامام الاعظم، (کوئٹہ: مکتبہ اسلامیہ، 1407)، ج2، ص24

19۔ عبد الوہاب خلاف، علم أصول الفقه (مصر: شباب الأزهر، 2007)، ص50

۶۔**اصول اجتہاد:** اصول فقہ کا علم، مثلاً کتاب اللہ کی ۲۰ اقسام کا علم، اجتہاد، قیاس، اجتماعی اجتہاد، تجزی اجتہاد، ان سب اقسام کا علم ہونا ضروری ہے۔

۷۔**اصول حدیث کا علم:** اس طرح علوم حدیث کا علم کہ حدیث صحیح ہے ضعیف ہے مردود ہے مقبول ہے ان سب کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔

۸۔**سیرت و کردار:** اس طرح سیرت و کردار بھی اصولوں میں شامل ہے کہ آدمی اخلاق والا ہو عمدہ سیرت والا ہو بد اخلاق نہ ہو۔[20]

اجتماعی اجتہاد کا طریق کار:

اجتماعی اجتہاد اور انفرادی اجتہاد کے طریقہ کار میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح انفرادی اجتماعی اجتہاد میں قیاس، استحسان، استدلال، استصحاب، اور سب اصول کا استعمال کیا جاتا ہے اس طرح یہ سارے اصول اجتماعی اجتہاد میں بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں ان دونوں میں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ اجتماعی اجتہاد میں علماء ایک کونسل کے تحت مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں جبکہ انفرادی اجتہاد میں ایک مجتہد انفرادی طور پر مسئلہ میں غور و فکر کرتا ہے اور مسئلے کو حل کرتا ہے۔

عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کی ممکنہ صورتیں:

معاشرتی زندگی کے جتنے بھی مسائل ہیں ان کا معاملہ انتہائی اہم ہے، آج امت مسلمہ کو جتنے مسائل درپیش ہیں وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں کئی مسائل موجود ہے جس کا حل کرنا اور اس کے لیے اجتماعی اجتہاد کو عمل میں لانا انتہائی اہم ہے۔ علماء پر لازم ہے کہ وہ انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کو ممکن بنائیں کیونکہ انفرادی اجتہاد مسلمانوں میں انتشار کا باعث بن سکتا ہے بلکہ کسی حد تک انفرادی اجتہاد انتشار کا باعث بن بھی چکا ہے۔ تو لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جائے اور عمل میں لانے کے لیے جتنی بھی کوششوں کی ضرورت ہے وہ کر لی جائیں تاکہ مسلمان انتشار سے بچ سکیں۔

اجتماعی اجتہاد کی ممکنہ صورتیں:

1۔ بڑے بڑے دارالافتاؤں کا ایک ہی مجلس کا قیام:

پاکستان اور ہندوستان میں بہت سے دارالافتاء موجود ہے اور خصوصاً پاکستان میں تو ہر ایک ادارے میں دارالافتاء موجود ہے لیکن بسا اوقات کسی مسئلے میں ان دارالافتاء کے فتاویٰ میں بھی تعارض ہوتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں میں تشویش اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اسلامی بنکاری کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اس میں تین قسم کی آراء پائی جاتی ہیں، ایک فریق بلکل اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، دوسرا فریق اس کو جائز سمجھتا ہے، جبکہ تیسری رائے یہ ہے کہ اس میں کچھ بہتری لانے کی رائے رکھتے ہیں۔ تو یہاں عوام مسائل کا شکار ہوتی ہے اور چاہتی ہے کہ ہم اسلامی اصولوں پر ہی عمل کرے لیکن ان کے سامنے تین مختلف فتویٰ ہونے کی وجہ سے ایک کو اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے اور کئی مواقع پر تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ علماء تو خود ہی اس میں متفق نہیں ہیں۔

اس طرح عدالتی خلع ایک اختلافی مسئلہ ہے، عدالت شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کی ڈگری دیتی ہے جبکہ اس حوالے سے دارالافتاء کے فتویٰ میں تعارض پایا جاتا ہے، بعض اس خلع کے وقوع کے قائل ہیں اور بعض اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس انتشار اور افتراق سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جتنے بھی مسلمانوں کے فقہی دارالافتاء ہیں وہ ایک مجلس قائم کریں جس میں فقہ کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ماہرین موجود ہوں جو باہم مشاورت سے ایک ہی رائے قائم کریں تاکہ امت میں اجتماعیت پائی جائے۔ جس طرح اجتماعی اجتہاد کی تاریخ میں اوپر یہ بات ذکر کی گی کہ امام ابو حنیفہؒ نے ایک مجلس قائم کی تھی جس میں ۳۶ علماء موجود

20۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیمات، (لاہور: اسلامک پبلیکشنز، 1978)، ج3، ص11، 12۔

ہوتے اور ان سب کے سامنے مسئلہ پیش کیا جاتا تھا اور وہ ان کا حل نکالتے اور جب اس میں کوئی اختلاف ہوتا تو اختلاف کو بھی ساتھ لکھ لیا جاتا تھا پھر امام ابو یوسفؒ اس مسئلے کو ایک مسودہ میں لکھ لیتے۔

2۔ پاکستان میں بڑے مدارس کا ایک ہی دار الافتاء کا قیام:

پاکستان میں ایک سے بڑھ کر ایک اچھے ادارے موجود ہیں جہاں علوم اسلامیہ کے ہر شعبے میں تخصصات کرایا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہر مسئلے کو ان اداروں کے دار الافتاء میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا پاکستان میں اگر تمام مسالک والے مل کر ایک مجلس قائم کریں اور نت نئے مسائل کو حل کرنے کے لیے تمام مسالک کے منتخب علماء متفقہ طور اس مسئلہ کا حل نکالیں۔ اس سے امت میں اتفاق قائم ہوگا اور انتشار سے لوگ بچ سکیں گے۔ اگر یہ ادراہ حکومتی اداروں کے ساتھ مل کر یہ کام کریں تو اس میں مزید بہتری آئے گی۔ تو اس کام سے ملک انتشار سے بچ سکے گا اور مسائل میں ایک پختہ رائے کا قیام ممکن ہوگا۔

3۔ اسلامی یونیورسٹی میں فقہ اکیڈمی کا قیام:

اسلامی یونیورسٹی پوری دنیا میں عموماً اور خصوصاً پاکستان میں ایک اعلی مقام رکھتی ہے جہاں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم میں بھی ہر شعبے کے ملکی اور بین الاقوامی ماہرین اور مفکرین موجود ہیں۔ اگر اسلامی یونیورسٹی میں ایک ایسی اکیڈمی کا قیام کیا جائے جہاں ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے اور اس پر تحقیقی مقالہ جات پیش کیے جائیں، تو ملکی اور بین الاقوامی کئی مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے، چونکہ اسلامی یونیورسٹی بین الاقوامی (او آئی سی) کے تحت بنی ہوئی اس لیے اسلامی یونیورسٹی کسی مسئلے میں اپنی رائے پیش کرے تو اس پوری دنیا میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہوگی۔

4۔ متحرک فقہی اداروں کا کردار:

اس وقت پوری دنیا میں بعض فقہی ادارے نئے پیش آمدہ مسائل میں متحرک کردار ادا کر رہے ہیں، اس موقع پر ان اداروں کا تعارف اور طریقہ کار بیان کرنا مفید ہوگا۔

المجمع الفقہی الاسلامی :مکہ مکرمہ

المجمع الفقہی الاسلامی ایک علمی فقہی ادارہ ہے جو رابطہ عالم اسلامی کی ایک مستقل شاخ کے طور پر وجود میں آیا تھا اور اس ادارے میں امت کے چنیدہ علماء وفقہاء کا ایک مجموعہ موجود ہے۔[21]

تاسیس: رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کو جب اس بات کا حساس ہوا کہ اجتہادی بصیرت رکھنے والے علماء کرام اور فقہاء کو دنیا کے ہر کونے سے جمع کیا جائے اور ایک ایسے ادارے کا قیام کیا جائے جو باہم مشاورت سے مسلمانوں کے نت نئے مسائل بحث کر کے ان کو حل کر سکیں۔ اس احساس کی بدولت جنرل سیکرٹریٹ رابطہ عالم اسلامی نے سب سے پہلے ۱۳۸۳ھ میں ایک حکم نامہ جاری کیا اور مختلف ممالک سے علماء کا بورڈ قائم کر دیا[22] اس کے بعد ایک اجلاس ۱۳۸۴ میں اس موضوع پر ہوا، جس میں ایسے ایسے ادارے کی ضرورت محسوس کی گئی جہاں مسلمانوں کے نت نئے مسائل پر غور وخوض کیا جائے اور اسلامی اصولوں کے تحت اس کا حل پیش کیا جاسکے۔[23] اس مجلس کو عملی جامہ ۱۳۸۵ میں پہنایا گیا اور مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام کیا گیا۔

21۔ المجمع الفقہی الاسلامی، رابطة العالم الاسلامی، مكة المكرمة 1424، ص9۔

22۔ ایضاً ص9۔

23۔ ایضاً ص:10۔

صدر: سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ مفتی سعودی عرب۔

ارکان: ا۔حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۲۔حضرت مولانا مودودیؒ ۳۔شیخ محمد علی حرکانؒ

۴۔شیخ محمد محمود صوافؒ ۵۔شیخ محمد فاضل بن عاشورؒ ۶۔شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ[24]

اس کے بعد ۱۳۹۳ میں ایک اور اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل کمیٹی کو تشکیل دیا۔

ا۔مولانا مودودیؒ ۲۔شیخ ابو بکر جومی ۳۔شیخ محمد حسنین محمد مخلوف ۴۔شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید ۵۔شیخ علال فاسی

۶۔شیخ منصور مجوب ۷۔شیخ محمد بن علی حرکان ۸۔شیخ محمد شاذلی بن قاضی النفیر ۹۔شیخ محمد صواف

۱۰۔محمد رشیدی[25]

اس کے بعد اس کا نام عالمی مجمع الفقہی الاسلامی رکھا گیا اور اس میں کئی اور علماء کو اس میں شامل کیا گیا اور مختلف ممالک کو سربراہی دی گئی۔

طریقہ کار: یہ ادارہ ہر دو سال میں ایک اجلاس منعقد کرتا ہے، اور مجلس کی حتمی قرار دادیں مجلس میں موجود علماء کی اغلب رائے پر مرتب کی جاتی ہیں۔ جو اختلاف کرتا ہے اس کو بھی ساتھ میں لکھ لیا جاتا ہے۔[26]

اب تک مجمع نے سترہ سیمنار کروائے ہیں جس میں کئی اہم موضوعات پر بحث ہو چکی ہے۔

عملی فیصلے: مجمع میں ابھی تک جو عملی فیصلے ہوئے ہیں ان میں کئی مسائل ایسے ہیں جو متفق علیہ فیصلے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً مسئلہ قادیانیت، سلمان رشدی کی سزا، اذان و نماز میں لاوڈ سپیکر کا استعمال، اور جہیز کے خلاف فتویٰ، کیسٹوں میں قرآن کا بھرنا، مصحف عثمانی پر مجتمع ہونا، اور رویئت ہلال کے جواز پر بالعموم امت میں اجماع، ضبط تولید، کمیونزم کارد، تصاویر انبیاء کارد، سود اور سودی کاروبار، دوران علاج ستر کا کھولنا، طبّی اخلاقیات، اعضاء کی پیوند کاری، کرنسی نوٹ اور اسلامی بنکاری وغیرہ۔[27]

مجمع الفقہ الاسلامی، جدہ: یہ ادارہ او آئی سی کے تحت ۱۹۸۱ میں مکہ مکرمہ میں ایک اجلاس میں قائم ہوا، اجلاس میں یہ بات طے کی گئی کہ ایک ایسے ادارے کا قیام ہو جس کے ممبران علماء فقہاء اور محققین ہوگے اس طرح مختلف شعبہ جات کے لوگ بھی موجود ہوں مثلاً سائنس اقتصادیات اس کا مقصد مسلمانوں سے وابستہ مسائل کا حل پیش کرنا تھا۔[28]

بنیادی مقاصد: او آئی سی کے دو بڑے مقاصد ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں:

ا۔امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنا جو نظریاتی و علمی دونوں میدانوں میں اجتماعی اور عالمی سطح پر ہو۔

24۔ایضاص:11

25۔ایضاًص:12

26۔ایضاًص:16

27۔ مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مکہ فقہ اکیڈمی کے فقہی فیصلے، (ایفا پبلیکشنز: انڈیا دہلی) ص6

28 محمد فہیم اختر ندوی، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، (ایفا پبلیکشنز: انڈیا دہلی: 2012)، ص25: قرارات وتوصیات مجمع الفقه الاسلامی، ص 10

۲۔ مسلم امت کو اسلامی اصول اور اسلامی عقائد کے ساتھ جوڑنا اور زمانے کے جدید مسائل میں اجتہاد کر کے اس کا حل پیش کرنا۔[29]

طریقہ کار: اکیڈمی میں مسائل پر تحقیق کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ فقہ اکیڈمی کی طرف سے کچھ علماء کو ایک موضوع دیا جاتا ہے کہ جس پر ان کی رائے اور مقالہ طلب کیا جاتا ہے۔ یہی مقالات اکیڈمی کے سیمنار میں پیش کیے جاتے ہیں موضوع کے ماہرین کے سامنے تاکہ اس پر ہمہ جہت بحث و مباحثہ کیا جائے پھر اس کے بعد اس مسئلے کا شرعی حکم بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو فیصلہ اگلے اجلاس کے لیے موخر کر دیا جاتا ہے۔[30] اپریل ۲۰۰۹ تک انیس سیمنار اکیڈمی نے منعقد کیے ہیں۔ اس طرح اس ادارے میں ہر ایک ملک سے ایک نمائندہ موجود ہوتا ہے اگر وہ ملک اسلامی نہ ہو تو اقلیتوں کے طور پر جن ممالک میں مسلمان ہیں ان کے نمائندے بھی موجود ہوتے ہیں اور یہ ارکان پہلے سے حکومتوں نے نامزد کیے ہوتے ہیں جیسے ہمارے ملک پاکستان سے مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب۔

اسلامی نظریاتی کونسل

قیام: اکتوبر ۱۹۵۸ میں جنرل محمد ایوب خان مارشل لاء کے نفاذ اور ۱۹۵۶ کے دستور کے ختم ہونے کے بعد ۱۹۶۲ نیا دستور سامنے آیا اس میں دفعہ ۱۹۹ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔[31] اگست ۱۹۶۲ کو وزارت قانون و پارلیمانی امور کے نوٹیفکیشن کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کا پہلا ایجنڈا اور اسلامی نظریاتی کونسل کے اول ارکان پیش کیے گئے اور باقاعدہ طور پر صدر اور دیگر ارکان کا انتخاب کیا گیا جو کہ درج ذیل ہیں:

چیئرمین جسٹس ابو صالح محمد اکرم، ارکان جسٹس (ر) محمد شریف، مولانا اکرام خان، مولانا عبد الحمید بدایونی، مولانا حافظ کفایت حسین، ڈاکٹر ٹی ایچ قریشی اور مولانا عبد الہاشم ارکان میں شامل تھے۔ بعد میں اس مشاورتی کونسل کا نام ۱۹۷۳ میں اسلامی نظریاتی کونسل رکھا گیا۔[32]

اسلامی نظریاتی کونسل کا کام

پاکستان میں قوانین کو اسلامی اصول کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے بہت سے کام سرانجام دیئے لیکن یہ ادارہ صرف اور صرف حکومتی قوانین میں مصروف نہیں رہا بلکہ یہ ادرا ہ ایک فقہی و علمی ادارہ ہے جہاں ڈھیروں مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے اور اس پر اپنی سفارشات لکھ کر حکومتی اسمبلی میں پیش کیے جاتے ہیں اگر کوئی ایسا کام یا ایسا فیصلہ اسمبلی میں پیش آجائے جو شرعی اصولوں کے مطابق نہ ہو تو اسلامی نظریاتی کونسل اس فیصلہ کے خلاف اپنی رائے پیش کرتی ہے اور ان کو ٹھیک کرنے کے لیے سفارشات دیتی ہے۔[33]

مقاصد:

۱۔ مجلس شوریٰ اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے ان اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعین کیا گیا ہے۔

29۔ مجاہد الاسلام قاسمی، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ص:26

30۔ مجاہد الاسلام قاسمی، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، 40

31۔ محمد اویس اسماعیل، ابلاغ عامہ کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کون کی سفارشات، (ایم فل مقالہ، علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد، 2017)، ص16۔

32۔ اویس، ابلاغ عامہ کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کی سفارشات، ص17۔

33۔ ڈاکٹر رشید احمد، اجتماعی اجتہاد کا تصور اور عصر حاضر کے اہم توجہ طلب مسائل، (الایضاح جون 2017، شمارہ 34)، ص55۔

۲۔ایوان صدر، صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کو ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا کہ یہ کام اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں۔
۳۔ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ نافظ العمل قوانین کو اسلامی اصولوں کے ڈھانچے میں لایا جائے۔
۴۔ مجلس شوریٰ اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کرنا اور اسلام کے احکام کو مدون شکل میں لانا جو قانونی طور پر نافذ کیے جا سکیں۔[34]

اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی اہمیت کی بات کی جائے تو ہمارے ملک میں جتنے بھی فقہی اور دار الافتاء کے ادارے ہے ان فتوی کی وہ حیثیت نہیں ہے جو حیثیت اسلامی نظریاتی کونسل کی ہے کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پاکستان کے آئین میں واضح اہمیت حاصل ہے اور اس کے فیصلے کو اسمبلی میں مانا جاتا ہے۔ اگر اسلامی نظریاتی کونسل پر صحیح کام کیا جائے تو یہ پورے پاکستان کے وہ مسائل حل کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ انتشار اور افراط تفریط کا شکار ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

اگر اس دور میں کسی ادارے کی بات کی جائے جنہوں نے فقہ کے شعبے میں بہت کام کیا ہے تو ان میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا بھی شامل ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو ہندوستان سمیت پوری دنیا کے جدید مسائل کا حل پیش کرتا ہے، فقہ الاقلیات سے متعلق بھی ان کا کام قابل تقلید ہے۔

اس ادارے کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ سماج اور سیاست کے شعبے میں جو مسائل پیش آتے ہیں اس کا حل پیش کرنے کے لیے فقہ اکیڈمی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اکیڈمی میں ہر مکتب فکر کے علماء اور مفتیان کرام موجود ہیں اور اس کے سیمنارز میں ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء اپنے مقالے پیش کرتے ہیں۔

سنگ بنیاد: فقہ اکیڈمی انڈیا کی بنیاد حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ۱۹۸۹ میں رکھی تھی۔

مقصد: فقہ اکیڈمی کا مقصد یہ تھا کہ کچھ مسائل ایسے ہیں جو کہ ایک فرد کے لیے حل کرنا یا پھر اس مسئلہ میں ایک فرد کی رائے پر اعتماد کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس مقصد کے پیش نظر فقہ اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اکیڈمی کے سیمینار کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے سے ایک موضوع کو منتخب کیا جاتا ہے اور اس موضوع پر عام اشتہار کے ذریعے سے مقالات پیش کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ جید علماء کو بھی اپنی رائے پیش کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ ابھی تک اکیڈمی نے ۲۹ سیمینار منعقد کیے ہیں اور ان سیمینار میں ۱۴۰ مسائل پر بحث ہوئی ہے اور ۱۳۰ مقالہ جات پیش کیے جا چکے ہیں۔ اور سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ **الموسوعہ الفقھیہ** کا اردو ترجمہ بھی فقہ اکیڈمی انڈیا نے پیش کیا ہے۔

اغراض و مقاصد:

نمبر ا۔ جدید دور میں نئے پیش آمدہ مسائل کا اجتماعی تحقیق کے ذریعہ حل پیش کرنا۔
نمبر ۲۔ جدید مسائل میں علماء اور ماہرین فن سے فتویٰ حاصل کر کے اس سے عام مسلمانوں کو باخبر کرنا۔
نمبر ۳۔ باصلاحیت علماء کی صلاحیت کو علمی رخ دینا۔
نمبر ۴۔ مختلف مسالک سے علمی استفادہ کرنا۔[35]

اس طرح اور بھی کئی ادارے ہیں جو کہ اجتماعی اجتہاد کے بدولت کئی مسائل کا حل پیش کرتے ہیں ذیل میں کچھ اور اداروں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔

[34] رشید، اجتماعی اجتہاد کا تصور اور عصر حاضر کے اہم توجہ طلب مسائل، ص 54۔55۔
35۔ ایضاً، ص 23

وفاقی شرعی عدالت پاکستان:

جب جنرل ضیاء الحق نے عنان حکومت سنبھالی توانہوں نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ یکم جنوری ۱۹۷۹ سے پاکستان کی اعلیٰ عدالتیں اس حکم اور فیصلہ کو خارج کر سکتیں ہیں جو کہ اسلام کے اصولوں کے مخالف ہو۔اس طرح فروری ۱۹۷۹ میں ایک بینچ قائم کیا جس کا کام یہ تھا کہ ملکی قوانین میں جو فیصلے اسلامی احکامات سے متصادم ہیں اس کو ختم کیا جائے۔ ۱۹۸۱ میں اس میں ایک ترمیم کی گئی کہ وفاقی شرعی عدالت میں تین ممتاز علماء کو شامل کیا جائے۔اب یہاں ایک بات بتانا ضروری ہے کہ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل میں کیا فرق ہے؟ تو اس میں فرق یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل صرف سفارشات پیش کرتی ہے جو کہ ایوان بالا میں پیش کی جاتی ہیں۔ جبکہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ایک حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔[36] وفاقی شرعی عدالت کو بھی علماء اجتماعی اجتہاد کا ایک اہم ادارہ سمجھتے ہیں۔

سفارشات

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ زمانے کے مرور کی وجہ سے لوگوں کے مسائل بڑھ جاتے ہیں جبکہ قرآن اور حدیث میں وہ سارے مسائل موجود نہیں ہوتے لیکن قرآن وحدیث میں ہمیں ان مسائل کے بارے میں اصول مل جاتے ہیں،ان مسائل کے حل کا ادراک بغیر اجتہاد مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے اس کے برعکس اگر اجتماعی اجتہاد کیا جائے تو نہ صرف ان مسائل کا حل پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کام میں اجتماعیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

عملی تجاویز: پاکستان میں کچھ ادارے ایسے ہیں جو کہ اجتماعی اجتہاد فروغ کے لیے بہت ہی کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں، مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، اگر یہ ادارے پاکستان کے بڑے مدارس سے مل کر ایک فقہ اکیڈمی قائم کرے جو فقہ اکیڈمی انڈیا کے طرز پر کام کرے تو یقیناً یہ بہت اہم اور بڑا کام سرانجام دے سکتے ہیں۔

36۔ تنزیل الرحمٰن، وفاقی شرعی عدالت کے قیام کا پس منظر، (ماہانامہ الشریعہ، گوجرانوالہ: جلد13، شمارہ9، ستمبر 2002)ص،35،34،33